ہاشم شاہ کی اُردو غزلیات

ناصر رانا*

ABSTRACT:

Hashim Shah (1735 - 1843) born at Madiinah (K.S.A.) and burried at Tharpaal district Narowal was accredited as the poet of Punjabi but he wrote in Persian, Urdu and Hindi as well. His works are being disseminated since 1871 when his first book entitled "Sassi Punnu" was published from Lahore. Later "Sheerin Farhaad", "Dohray" and other books are being published one after other and it lasts up till now. Some of his works are still unpublished. His Urdu Poetry especially Ghazals are unprinted so far. The poet is contemporary of Nazeer Akbarabadi. His these Ghazals are in the form of manuscripts and are in custody of the poet's descendant Mumtaz Ahmad Hashmi. The language used by Hashim Shah also have some impressions from other language of the region. Here these rare Ghazals are being presented to the researchers of the times.

Keywords: Hashim Shah, poet, Punjabi.

ہاشم شاہ ۱۷۳۵ء میں مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے اور ۱۸۴۳ء میں جگ دیو ضلع امرت سر میں فوت ہونے کے بعد تھرپال ضلع نارووال میں دفن ہوئے۔(۱) اُنہوں نے اپنی فکر کا اظہار صرف پنجابی زبان ہی میں نہیں کیا بلکہ ان کا کلام فارسی، اردو اور ہندی میں بھی ہے جو ابھی تک تشنہ اشاعت ہے۔ اگرچہ یہ سوال اہم ہے کہ اگر وہ سرزمین عرب پر پیدا ہوئے تو انہوں نے عربی کو بھی اظہار کا ذریعہ کیوں نہیں بنایا؟ بہر حال اُن کے اعترافِ فن کا تمام تر مدار اُن کی پنجابی شاعری پر ہے جس پر اُن کی شہرت کا محل ایستادہ ہے۔ پنجابی میں غلغلۂ فکر وفن کی بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ ان کے کلام میں سے تا حال پنجابی کلام ہی بالتکرار منظر عام پر آیا ہے جب کہ باقی زبانوں میں اُن کی شاعری کے تا حال تذکرے ہی ہوئے ہیں۔ راقم نے ۲۰۱۱ء میں اُن کے فارسی کلام پر ایک تحقیقی تعارف لکھا تھا(۲) اور اب کے اُردو کلام پر ایک تحقیق پیش کی جا رہی ہے۔

ہاشم شاہ ایک اچھے طبیب اور عالم فاضل شخص تھے۔ انہوں نے قدرت کی طرف سے ودیعت کردہ شعر گوئی کے ملکہ کا بھرپور فائدہ اٹھایا۔ اور ''شیریں فرہاد''، ''سوہنی مہینوال'' اور ''سسی پنوں'' وغیرہ جیسے رومانی قصوں کے علاوہ دوہے اور

* ڈاکٹر، ایسوسی ایٹ پروفیسر، گورنمنٹ دیال سنگھ کالج، لاہور

برقی پتا: nasirrana391@gmail.com

تاریخِ موصولہ: ۱۳/۳/۲۰۱۵ء

مستزاد بھی لکھے۔ ان کی سات سی حرفیاں بھی شائع ہو چکی ہیں جن میں سے پانچ کو عنوانات کے تحت ''ہیر و رانجھا''، ''رانجھا''، ''سسی و پنوں''، ''دُنیا نوں نصیحت'' اور ''حضرت پیران پیر'' رکھا گیا ہے جب کہ دو عام اخلاقی اور صوفیانہ موضوعات پر ہیں۔ یہ سارا کلام شدہ شدہ کوئی ڈیڑھ صدی سے شائع ہو رہا ہے۔ سب سے پہلے لاہور سے اُن کا لکھا قصہ ''سسی پنوں'' ۱۸۷۱ء میں شائع ہوا۔ اس سے اگلے برس ''شیریں فرہاد'' ۱۸۷۲ء میں اور دوہڑے (دوہے) ۱۹۲۸ء میں شائع ہوئے۔ ۱۹۶۳ء اُن کی کلیات ''ککارے'' کے نام سے سامنے آئی۔ پچھلے دس برس میں ہاشم شاہ کے نبیرہ ممتاز احمد ہاشمی کی کاوشوں سے اُن کا تقریباً پورا پنجابی کلام قلمی نسخوں کی مدد سے مستند اور مدوّن صورت میں شائع ہوا ہے۔ زبان، بیان اور دوسری شعری خوبیوں کے حوالے سے اُن کا سارا کلام فن کاری کا اعلیٰ نمونہ ہے لیکن اس میں سے جس کو عوامی مقبولیت حاصل ہوئی وہ 'سسی پنوں' کا قصہ ہے اور یہ قصہ 'سی حرفی سسی پنوں' کے علاوہ ہے۔

ہاشم شاہ کی شہرت کا باعث بلاشبہ اُن کا پنجابی کلام ہے لیکن مندرجہ بالا بیان کے مطابق اُن کی کئی تحریریں اردو، فارسی اور ہندی میں بھی ریکارڈ پر ہیں۔ اُن کی وفات تک ان کی کوئی تحریر یا شعری فن پارہ پریس کے ذریعے منظرِ عام پر نہیں آیا لہٰذا بعد میں ان کے مریدین اور اولاد نے جو جو اور جس جس طرح پسند کیا، شائع کیا۔ جو شائع نہ ہو سکا اس میں سے معقول مقدار میں وقتاً فوقتاً خواہش مندوں نے نقل کر کے سنبھال لیا۔ بہ قول ممتاز احمد ہاشمی ان مخطوطوں کی مِلک شاعر کی اولاد میں منتقل ہوتی رہی۔ وہ لکھتے ہیں:

> 'ہاشم شاہ کے کلام اور حالات کے بارے قلمی نسخے دو حصوں میں منقسم اُن کے خاندان کے دو افراد کے پاس تھے۔ عالم شاہ اور مولوی محمد اکبر (ہاشم شاہ کی بالترتیب تیسری، چوتھی پشت (باپ بیٹا) کے پاس سسی پنوں، شیریں فرہاد، دوہڑے، ڈیوڑھے، سی حرفیاں، باراں ماہ غوثیہ، بیاض، پوتھی حکمت، مناقب در شان حضرت علی کرم اللہ وجہ / حضرت پیرانِ پیر، فارسی، اُردو اور ہندی کلام پر مشتمل سبھی تصانیف کے قلمی نسخے موجود تھے۔ اُن کے علاوہ غلام قادر شاہ اور ماسٹر غلام نبی قادری ہاشم شاہ کی بالترتیب تیسری اور چوتھی پشت (باپ بیٹا) کے پاس بھی متعدد قلمی نسخے موجود تھے۔'(۳)

ہم ہر دو شاخوں کے بزرگوں کے پاس محفوظ مخطوطے دیکھ چکے ہیں جو انہوں نے اپنے اپنے قلم سے نقل کر رکھے ہیں۔ ''سسی پنوں'' مرتبہ ممتاز احمد ہاشمی کے پس سرورق پر مطبوعہ خاندانی شجرہ کے مطابق بھی ان بزرگوں کی جگہ تیسری اور چوتھی پشت میں بنتی ہے۔(۴) لہٰذا شاعر کے کلام کی تجسیم اور تقسیم بھی بعد کے لوگوں کے فہم و ادراک کے مطابق بنتی بدلتی رہی۔ مذکورہ بزرگوں کے پاس موجود فارسی، اردو اور ہندی کلام بھی مختلف بیاضوں کی صورت ہی محفوظ رہا۔ مثلاً فارسی کلام

کئی نسخوں میں بکھرا ہوا ہے جس میں سے قلیل مقدار میں مختلف کتابوں کا حصہ بن کر منظر عام پر بھی آیا ہے۔(۵)

فارسی شعر و سخن کی طرح شاعر کا اردو کلام بھی بکھرا ہوا ہے۔ان بیاضوں میں سے ایک کو 'دیوان ہاشم' کا نام دیا گیا۔ اگر چہ اس کا نام 'دیوان' رکھا گیا ہے لیکن اس میں کل تہتر (۷۳) تخلیقات شامل ہیں جن میں سے اُنچاس فارسی ہیں، اٹھارہ اردو جب کہ باقی پنجابی ہیں۔ان اٹھارہ تخلیقات میں سے ایک شیخ عبدالقادر جیلانی کی مدح جب کہ باقی پندرہ اردو غزلیں ہیں۔(۶) یہ غزلیں پرانی طرز کی ہیں اور ان میں صوفیانہ رُجحان کے مضامین اختیار کیے گئے ہیں جب کہ زبان فارسی آمیز ہے۔ایک دو جگہ پنجابی رنگ اور دو تین جگہ ولی دکنی (۱۶۶۷ء تا ۱۷۰۷ء) کا لہجہ بھی جھلکتا ہے۔ولی کے لہجے کی مثال کے طور پر دسویں غزل کا ایک اور گیارہویں غزل کے دو شعر ملاحظہ فرمایئے ؎

نابودگی کے حال کو مت پوچھ گل رُخوں سے
عشق سے پوچھ یا تو،بدریا حباب سے پوچھو(۷)

......

جس جس طرح کا غم ہے میرے دل میں تجھ گمانی کا
واقف نہیں تو اب تک اس مرگ کی نشانی کا
تیرے عشق میں مَیں خلق سے بے گانہ ہو گیا
افسوس ہے جو پھر بھی بنے نہ تو یار جانی کا(۸)

ان غزلوں میں فنی حوالے سے کئی جگہ سُقم بھی دکھائی دیتے ہیں جو اغلباً نقل درنقل کے عمل میں واقع ہوئے ہیں۔عروض کی کئی مثالیں دی جاسکتی ہیں لیکن صرف ایک فاش مثال زیر مطالعہ دوسری غزل میں دیکھ کر آگے بڑھتے ہیں۔اس غزل کا آخری شعر عروض،معنویت اور قافیے کی کجی کے ساتھ محفوظ ہوا ہے۔اس شعر کے پہلے مصرعے کی عروضی اور معنوی حیثیت کے علاوہ ''خاموں''،''گم ناموں'' اور ''سیاہ فاموں'' وغیرہ کے قافیوں کے باوصف آخری شعر میں قافیہ ''پادامن'' آرہا ہے۔مثال کے لیے غزل کے پہلے تین شعر اور پھر مقطع ملاحظہ فرمایئے ؎

خاص لوگوں میں جو ہے دیکھا وہی عاموں کے بیچ
پختہ مغروروں میں جو تھا بولا وہی خاموں کے بیچ
آتشِ کوہِ گراں و آتشِ چخ مخ بکہشت
نام داروں میں ہوا ظاہر سو گُم ناموں کے بیچ
عزت و حُرمت غرورت میں جو ہے صاحب شکوہ
غرق حیرت میں ہوا وہی ہے ناکاموں کے بیچ

مقطع

تو نہیں وہی ہے حس و حرکت ہے جسے
ہو کے منصف دیکھ اپنے مُنہ کو پا دامن کے بیچ(۹)

اگر چہ ہاشم نے اردو کے معروف شاعر نظیر اکبر آبادی (۱۷۳۵ء تا ۱۸۳۰ء) کا زمانہ پایا لیکن وہ جزوی طور پر میر تقی میر (۱۷۲۳ء تا ۱۸۱۰ء) اور خواجہ حیدر علی آتش (۱۷۶۴ء تا ۱۸۴۶ء) کے بھی ہم عصر ہیں۔ جب کہ غلام ہمدانی مصحفی (۱۷۵۱ء تا ۱۸۲۴ء) کے بھی قریب کے زمانے میں ہیں۔ وہ انگریزی شاعر جان کیٹس (۱۷۹۵ء تا ۱۸۲۱ء) اور پی بی شیلے (۱۷۹۲ء تا ۱۸۲۲ء) وغیرہ سے پہلے گزرے ہیں۔ لیکن اُس زمانے میں پنجاب کے شاعروں کو انگریز شعراء کی اور انگریزی شعراء کو پنجاب میں ہونے والی شاعری کی خبر ہونے کے کوئی آثار نہیں ملتے۔ ربط تو ہاشم شاہ اور اُس عہد کے معروف اردو شعراء کے مابین بھی دکھائی نہیں دیتا اور نہ ہی اس کا کوئی طبعی جواز دکھائی دیتا ہے۔

ہاشم شاہ کی غزلوں میں فارسی آمیزش نمایاں ہے۔ کئی جگہ چند اردو الفاظ کے ساتھ پورا پورا شعر فارسی میں ہے اور کئی مقامات پر پورے کا پورا شعر ہی فارسی کا آ گیا ہے۔ مثال کے طور پر تیسری غزل کا پانچواں اور ساتواں شعر دیکھیے جن میں اردو الفاظ گنتی کے آئے ہیں ؎

ہمتِ مرداں مجو تصویرِ نامرداں بداں
چوں زناں از رنگ و بود آں کس کہ خوش روئی کرے(۱۰)

......

گر نصیحت می کند رُسوا شود بسیار گو
کم زبانی جوہر است آں گرچہ بد گوئی کرے(۱۱)

یہی صورت پانچویں اور چھٹی غزل میں بھی ہے۔ ان دونوں غزلوں کے تقریباً تمام اشعار درج بالا صورت میں فارسی غلبہ رکھتے ہیں۔ مثال کے طور پر محولہ غزلوں میں سے دوسری کا آٹھواں اور نواں شعر دیکھیے ؎

جو فیل زیر قدم کرد نفس ِ خونی را
ز روئے عقل نہایت یہ فیل بانی ہے

اور ؎

دلِ راحت دیدارِ محی الدین کرد
بداں بخت سکندر نہ اُس کا ثانی ہے(۱۲)

یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ شاعر کے پنجابی، اردو، فارسی کلام میں شیخ عبدالقادر جیلانی کے ساتھ عقیدت بار بار سامنے آتی ہے۔جیسا کہ ابھی آپ نے ملاحظہ کیا کہ چھٹی غزل کا مثال کے طور پر پیش کیا گیا شعر اس کا مظہر ہے۔ہاشم شاہ کے ہاں عقیدت ایک مستقل موضوع ہے۔یہ موضوع اِن غزلوں میں بھی جاری ہے۔مثال کے طور پر تیرھویں غزل کا مقطع ملاحظہ فرمایے ؎

خود خدا دیدم بہر ذرّات و در ہر اک خیال
ہادیؑ ہاشم چو آں محبوبِ سبحانی ہوا(۱۳)

پانچویں غزل کا مقطع دیکھیے ؎

گدائی بر درِ شاہِ عجم شو اے ہاشم
کہ ہست دولت جاوید اس گدائی بیچ(۱۴)

اسی طرح چودھویں غزل کا مقطع بھی شیخ سے نسبت رکھتا ہے۔دیکھیے ؎

تمہارا آسرا رکھتا ہے یا محبوب سبحانی
وگرنہ کس طرح ہاشم خوشی آرام سے سوتا(۱۵)

اردو کے عہدِ زریں کا یہ دُور افتادہ شاعر قدیم الفاظ مثلاً: 'تئیں'، 'تیئں'، 'سوں' اور 'کسو' وغیرہ بھی استعمال کرتا دکھائی دیتا ہے۔اِن غزلوں میں اِن چاروں الفاظ کے استعمال کی مثالیں پیش ہیں۔پہلے 'تئیں' کا استعمال ملاحظہ کیجیے جس میں ولی کا رنگ بھی نمایاں ہے ؎

اے گل بدن! لیا تئیں میرا دل نظر کے بیچ
آتا نہیں علاج کچھ میری سمجھ کے بیچ(۱۶)

'تئیں' کے بعد 'تیئں' کا برتاؤ پیش ہے ؎

جس نے دیکھا ہے سروِ گل اندام تجھ تیئں
مہ و آفتاب پردۂ دربار ہو گئے(۱۷)

لفظ 'سے' کی بہ جائے 'سوں' کے استعمال کی صورتیں ہاشم شاہ کے ہاں بھی نکلی ہیں۔درج ذیل شعر میں فارسی لفظ 'دُکّان' کو ضرورتِ شعری کے تحت 'دوکان' برتا گیا ہے۔مثال دیکھیے ؎

قربان یک ادا سوں دل و جان ہو رہے
گویا غم فراق کی دوکان ہو رہے(۱۸)

اور اب استعمال کیے گئے قدیم الفاظ میں سے 'کسو'! ولی کے ہاں دکنی اثرات کا یہ لفظ اردو کے لفظ 'کسی' کا ہم معنی ہے اور ہاشم شاہ کے ہاں اُن کی چوتھی غزل کے مقطعے میں یوں برتا گیا ہے ؎

کہا ہے سب کسو ہاشم سبب بن کچھ نہیں ہوتا
مگر جس کو خدا چاہے بنا اسباب ہو جاوے(۱۹)

یہاں ہندی پنجابی اثرات کے دو شعر بھی ملاحظہ فرمایے۔ پہلے پندرھویں غزل کا دوسرا شعر دیکھیے جس میں ہندی پنجابی لفظ 'درش' دیدار کے معنوں میں آیا ہے ؎

ایسے پھنسے درش کی ہم آرزو کے بیچ
گھر بار سب ویران و بیابان ہو رہے(۲۰)

اور اب دو اشعار پنجابی آمیزش کی مثال کے ساتھ۔ پہلے چودھویں غزل کا دوسرا شعر ملاحظہ کیجیے جس میں 'چھ لاکھ سال' کہنے کی بہ جائے ضرورت شعری اُن سے 'چھ لکھ سال' کہلا رہی ہے اور پھر پندرھویں غزل کا پانچواں شعر جس میں بغیر کے معنوں میں لفظ 'بناں' استعمال ہوا ہے ؎

تمہارا آسرا لے کر اگرچہ سرکشی کرتا
تو چھ لکھ سال کی طاعت پلک میں کس طرح کھوتا(۲۱)

......

دیکھے بناں یہ نین نہیں رہتے سر رہے
دشمن ہزار دست و گریبان ہو رہے (۲۲)

حرف ناصح کے طور پر اُن کا ایک شعر دیکھیے ؎

دیکھ! درویشی سوا جگ میں کہیں فرحت نہیں
ہے تجھے گر ہوش مل بیٹھ درویشوں کے بیچ(۲۳)

ہاشم کے بعض اشعار تو اپنے حسن، دل کشی اور رعنائی کے باعث دلوں میں جگہ بناتے ہیں۔اُن کے ایسے صرف دو اشعار مثال کی خاطر پیش کیے جاتے ہیں۔ پہلا شعر بارھویں غزل کا مطلع ہے جب کہ دوسرا تیرھویں غزل کا چھٹا شعر ؎

اے دل رُبا! شیریں زباں! انصاف کرتا کیوں نہیں؟
تُجھ چھوڑ کر جاؤں کہاں؟ انصاف کرتا کیوں نہیں؟(۲۴)

......

خود شُد مرض و مریض و مالک و خود شُد دوا
برسرش خود مرض داں دانائے یونانی ہوا(۲۵)

یہاں ایک شعر اور ملاحظہ فرمایے۔ یہ زیرِ مطالعہ سولھویں غزل کا چوتھا شعر ہے ؎

مجذوب کس طرح ہیں؟ سالک ہیں ہم میاں
یاروں کے یار، اوروں سے بے زار ہم ہوئے(۲۶)

یہاں ریکارڈ کی خاطر محمد ہاشم شاہ کی یہ سترہ اردو غزلیات پیش کی جا رہی ہیں جن میں سب سے طویل پانچویں غزل ہے جس کے اشعار کی تعداد گیارہ ہے جب کہ گیارھویں مختصر ترین غزل ہے جو صرف چار اشعار پر مشتمل ہے۔ ان میں سے بارھویں غزل میں قافیہ استعمال نہیں ہوا۔ دوسرے لفظوں میں یہ صرف ردیف پر مشتمل غزل یک گونہ معریٰ صورت رکھتی ہے۔ غزلیں پیشِ خدمت ہیں:

ا

شوخ چشموں کی طرح وضع شرابی چاہیے		تیز رفتاری وہم طبع عتابی چاہیے
نگہ دار و دِلِ عاشق زمیں مکرِ خام		نازک و پُر خوف یہ شیشہ گلابی چاہیے
طالبِ جاناں ہو تو عزت و حُرمت چہ کار		پُختگی حاصل کرے اُس کو خرابی چاہیے
زُلف و خط بر رُخ نے زیبد چو بے حکمت بود		چینِ اُو باریک چوں جدول کتابی چاہیے
عیب ہے آرام طلب کو طلب گاری کے بیچ		ہر طرح در جستجویش اِضطرابی چاہیے
کشتیِ دریائے گردوں ہے سدا در انقلاب		جو پڑا اِس بیچ اُس کو اِنقلابی چاہیے
در تنِ عُشاق سوزِ دِل کمی ہرگز مباد		گرم تر آں ہمچو دُکانِ کبابی چاہیے
دُور در قطعِ عُمر پھرتا ہے بس تیز اے عزیز		پس ترا ہم بر مُرادِ خود شتابی چاہیے
گر نہ مر جاوے ہجر میں یہ تو واجب ہے ضرور		آہ و سوز و داغِ دِل چشمش شہابی چاہیے
کچھ نہیں معلوم ہاشم کیا لکھا قسمت منے		آدمی کی ہر طرح سے کامیابی چاہیے(۲۷)

۲

خاص لوگوں میں جو ہے دیکھا وہی عاموں کے بیچ   پختہ مغروروں میں جو تھا بولا وہی خاموں کے بیچ
آتشِ کوہِ گراں و آتشِ چخ مخ بکھشت   نامداروں میں ہوا ظاہر سو گُم ناموں کے بیچ
عزت و حُرمت غرورت میں جو ہے صاحب شکوہ   غرق حیرت میں ہوا وہی ہے ناکاموں کے بیچ
زاہد و عابد کی صُورت میں ہوا عُزلت نشیں   در خرابانے پڑا ہے نا سر انجاموں کے بیچ
ہو نظر بازوں کا طالب تا نظر آوے تجھے   صاحبِ ساماں وہی ہے جو ہے بے سامانوں کے بیچ
دیکھ ہر صُورت منے ظاہر ہے تیرا مُدعا   ماہ رُووَں میں وہی ہے جو ہے سیاہ فاموں کے بیچ
تو نہیں وہی ہے حس و حرکت ہے جسے   ہو کے منصف دیکھ اپنے مُنہ کو پا دامن کے بیچ (۲۸)

۳

اولیاء ہوتا ہے جو دعوے سے دِل شوئی کرے   ہے ولی ہر مکاں ہر دم رضاء جوئی کرے
پیشِ دُنیا قطرہ کب رو دار ہوتا ہے میاں   راست گو کہتے ہیں اُس کو ہو بہو ہوئی کرے
ہے وہی عارف پڑا جس دِل منے نقشِ فنا   ظاہرا خلقت منے وہ خواہ بد خوئی کرے
ہے غلامی کی صفت بہبودِ خود سمجھا کرے   یہ نہیں شرفِ ادب جو کچھ کہے سوئی کرے
ہمتِ مرداں مجو تصویرِ نامرداں بداں   چوں زناں از رنگ و بو آنکس کہ خوشروئی کرے
مردِ دانا ہے وہی جو اندک چیز را فزوں کند   نہ کہ از چوبِ ستوں بالکل یک ڈوئی کرے
گر نصیحت می کُند رُسوا شود بسیار گو   کم زبانی جوہر است آں گرچہ بدگوئی کرے
کنہ بیچوں نیاید در خیال ایں خیال   طبعِ تو ہاشم اگر صدرہ تگ و پوئی کرے (۲۹)

۴

ہجر کے سوز سے جس کا جگر خوں ناب ہو جاوے   مقرر عیش دُنیا کا اُسے سب خواب ہو جاوے
حقیقت نُوح کے طوفاں کی خاطر بیچ کب لاوے   جنوں کی موج میں جس کا جو دِل غرقاب ہو جاوے
بچے کہو کس طرح دنیا سے وُہ عاجز جو پل پل میں   ہمیشہ اشک کے گِردے جسے گرداب ہو جاوے
مژہ کی یہ گہر باری نگا ہے گُن بدر باری   ہوا تھا آب سے جیوں کر پگھل کر آب ہو جاوے
سجن کی دیکھ پیشانی کے جلوے کو جو سمجھے   اگر بے تاب ہووے تو وہاں پھر تاب ہو جاوے

حُسن کی شہ پری آگے اگر شہباز دِل ہووے   دیکھا ہے ناتواں ہو کر وہاں سُرخاب ہو جاوے
خُدا کی سّرِ غیبی کو خِردنی کُچھ نہیں سمجھا   جو رکھتے ہیں فِکر اپنا وہی جلباب ہو جاوے
کہا ہے سب کسو ہاشم سبب بِن کچھ نہیں ہوتا   مگر جِس کو خُدا چاہے بِنا اسباب ہو جاوے (۳۰)

۵

گزار عمر جہاں ہیچ، آشنائی ہیچ   مگر ہو یار کوئی خُوب دِل رُبائی ہیچ
اگرچہ ہستِ جہاں جملہ بے وفا آخر   دلیل اپنی صحیح کر مگر وفائی ہیچ
شُمار دَم کو غنیمت وصالِ جاناں میں   فلک حسود ہے ہر حال اِس جُدائی ہیچ
مباش جگ میں کبھی تُرش رُو سمجھ اے دِل   حباب وار ہے دریائی اِس خُدائی ہیچ
مُرادِ سرکشی آخر بود تبر خوردن   عجب خیال و ظہور است خاکپائی ہیچ
بروز ماہِ مُنّور نے شود اے یار   چہ چیز شمع تیرے مُکھ کی روشنائی ہیچ
چو گُل بصحنِ چمن نشینن و خوش بنماء   ہزار نکتۂ ہوش است خوش نمائی ہیچ
بنائے زُہد منہ در دِل خود اے زاہد   بس است خطرۂ آفات پارسائی ہیچ
بر و بکوئے خرافات شو ملامت کش   کہ کارِ فقر تمام است بے ریائی ہیچ
ضمیر آئینہ دار است می کشد ہمہ را   بخویش گر نہ شود بے ریا صفائی ہیچ
گدائی بردرِ شاہِ عجم شو اے ہاشم   کہ ہست دولت جاوید اس گدائی ہیچ (۳۱)

۶

مُراد دِل کی جہاں ہیچ زندگانی ہے   مگر ہے خوب وہی جب تلک جوانی ہے
اگرچہ پیر بسا تر بزرگیِ دارد   ولے کُجا چو جوانی میں کامرانی ہے
ثناء و ہجو فریب است ہر دو دُشمنِ من   جہاں چو تیغِ دوئیست دو زبانی ہے
یتیم طبع صنم لولیاں دارد   نشانِ حق تو ہمیں داں کہ بے نشانی ہے
عتاب و فضلِ خُدا چساں بود دریافت   دمے کہ سوزِ خدا ہست مہربانی ہے
کمانِ ابرو و تیرِ مژہ چُنیں نرم است   بروں ز سنگ گذا و عجب کمانی ہے
ہر آنکہ غیر خُدا ہست اُو نشانی دارد   وفا و اہلِ حیا ہست جو گمانی ہے

جو فیل زیرِ قدم کرد نفسِ خُونی را ز روئے عقل نہایت یہ فیل بانی ہے

دِل راحت دیدارِ محی الدین دارد بداں بختِ سکندر نہ اُس کا ثانی ہے

بخواہ از درِ بغداد غرضِ خود ہاشم جو اُس جناب سے انعامِ جاودانی ہے (۳۲)

۷

اے گُل بدن لیا تئیں میرا دل نظر کے بیچ آتا نہیں علاج کچھ میری سمجھ کے بیچ

رُسوا ہوا جہاں کی ملامت سے بے وقار دیگر جلا ہوں اے جاں تیرے ہجر کے بیچ

مجنوں صفت خراب ہوں شب و روز بے قرار آتش جنوں کی آ کے پڑی ہے صَبر کے بیچ

سُولی چڑھا ہے خوش ہو رقیبوں کی خود بخود یہ کیا نشہ ہے تیری اس خُمر کے بیچ

تصویر تجھ حسن کی مصور نے کیا لکھی کارد ہو دھس گئی ہے جنوں کی جگر کے بیچ

شیریں دہن کا سُن کے سُخن مُبتلا ہوا جا کر پھنسا ہے دل چو مگس اِس شکر کے بیچ

اے سنگ دل خراب کیا مجھ کو جگ منے فریاد لے اُٹھوں گا میں روزِ حشر کے بیچ

ہاشم کو دردِ عشق تو در لوحِ قسمت است لے کر پڑوں گا درد تیرا میں قبر کے بیچ (۳۳)

۸

جس وقت کے سجن سے اقرار ہو گئے جز یار کے جہاں سے بے زار ہو گئے

جس نے دیکھا ہے سروِ گُل اندام تجھ تئیں مہ و آفتاب پردۂ دربار ہو گئے

اے بوالہوس رقیب نہیں دوس کچھ مجھے بے خبر اس بلا میں گرفتار ہو گئے

کب جانتے تھے اِس کو دام بلا کی ہے ناحق میں انتظارِ زخم دار ہو گئے

اچانک خلل کے بیچ چھپا آبرو گئی رُسوا خراب کوچہ و بازار ہو گئے

سُنیو رقیب اُن کو ہماری شناس ہے جن کے جگر کے بیچ ذوالفقار ہو گئے

دانش و عقل میں ہم تو تھے خوب باتمیز جو پھنس گئے تو تب ہم لاچار ہو گئے

خاموش ہو تو ہاشم کہنے کی جاء نہیں اپنی صلاح طبع خوار ہو گئے (۳۴)

۹

آپس کو بُوجھ گنہ گار آہ سے رونا
یہی ہے دفتر اپنے سیاہ کو دھونا

بلا ہے جو دم دنیا کے عیش میں گزرے
بھلا ہے اُس سے ہو مسکین خاک پر سونا

صرف نہ کر جوانی کے روز عصیاں میں
نہ عمر شہوت اور حرص وخواب میں کھونا

جو سانس آتا ہے گوہر ہے بے بہا ہر ایک
غضب ہے خار کو ایسی بہار میں بونا

خیال باندھ صحیح کر کے دیکھ اے ہاشم
خُمارِ گُل نے چمن بیچ کب تلک ہونا(۳۵)

۱۰

جادو گری کا طور سجن کے لقاب سے پوچھو
اس کی طرف کا سوز میرے دلِ کباب سے پوچھو

کیا پوچھتے ہو شیخ مشائخ سے اے میاں
دیوانے کی رمز کو اس خراب سے پوچھو

کیا جانتا ہے بے غم، غم کی مُراد کو
آوارگی کی لذت آنسوئے پُر آب سے پوچھو

نابودگی کے حال کو مت پوچھ گُل رُخوں سے
عاشق سے پوچھ یا تو بدر یا حباب سے پوچھو

لبِ جاں ہوں ہاشم شاید کہ بچ رہوں
درد میرے کا جا سجن کو شتاب سے پوچھو(۳۶)

۱۱

جس جس طرح کا غم ہے میرے دل میں تجھ گمانی کا
واقف نہیں تو اب تک اِس مرگ کی نشانی کا

تیرے عشق میں مَیں خلق سے بے گانہ ہو گیا
افسوس ہے جو پھر بھی بنے نہ تو یار جانی کا

کم و بیش دردِ عشق میں دل رِیش ہو جیے
یہ بھی مزہ ہے سمجھ تو اِس جگ میں زندگانی کا

گھائل دِلوں کو دیکھ نہ مغرور ہو جیے
کیا اعتبار ہے سجن حُسن و جوانی کا(۳۷)

۱۲

اے دل رُبا شیریں زباں انصاف کرتا کیوں نہیں
تجھ چھوڑ کر جاؤں کہاں انصاف کرتا کیوں نہیں

طالب تیرے دیدار کا برچھا جو لاگا سار کا
سا کن تیرے دربار کا انصاف کرتا کیوں نہیں

اے بے وفا انصاف کُن تقصیر میری معاف کُن
انصاف کُن انصاف کُن انصاف کرتا کیوں نہیں

مارے تیری تلوار کے گھائل تیرے دیدار کے ہے ہے پڑے پکارتے انصاف کرتا کیوں نہیں
ہاشم بے چارہ مر رہا، دربار تیرے پر رہا ہے ہے ہمیشہ کر رہا انصاف کرتا کیوں نہیں (۳۸)

۱۳

خود ہوا دِل بردہ و دِل رفتہ، دِل جانی ہوا خود ہوا و لالہ و خود در نگہبانی ہوا
دیکھ کر ہجر و وصل کی لذت و ناز ہائے نیاز ہست گر باقی و لے در ظاہرا فانی ہوا
گشت بازار و مینار و شہر بامِ بلند تخت طاؤسی تماشا گاہِ سُلطانی ہوا
شمع کافوری و نُزہت گاہ بر ہر کنگرہ ہو کے آبادی کی صُورت باز ویرانی ہوا
خود چمن، خود باغباں، خود گُلشن و بادِ خزاں خود خزاں ہو کر زحسرت در پریشانی ہوا
خود شُد مرض و مریض و مالک و خود شُد دوا بر سرش خود مرض داں دانائے یونانی ہوا
خود حبش، خود حبشی و خود زنگی و خود زنگ بار خود شُد کنعان و خود آں ماہِ کنعانی ہوا
خود طلب خود طالب و مطلوب در ہر دوسراء خود ثناء اہلِ ثناء خود در ثناء خوانی ہوا
خود خُدا دیدم بہر ذرات و در ہر اک خیال ہادیِ ہاشم چو آں محبوبِ سُبحانی ہوا (۳۹)

۱۴

درِ بغدادِ عالی پر اگر ابلیس جا روتا نہ ہوتا جو ہوا اُس کو ترا اقبال گر ہوتا
تمہارا آسرا لے کر اگرچہ سرکشی کرتا تو چھ لکھ سال کی طاعت پلک میں کس طرح کھوتا
مری بد سر نوشتی کو مِٹا کر پھر کیا مسعود عبادت، زُہد و تقویٰ میں نہ تھی طاقت اِسے دھوتا
نہ بچتا یہ تمہارا سگ نہ ہوتے گر نگہباں تم رہا تھا جس طرح کا میں بدی کے بیج کو بوتا
تمہارا آسرا رکھتا ہے یا محبوب سُبحانی
وگرنہ کس طرح ہاشم خوشی آرام سے سوتا (۴۰)

۱۵

قربان یک ادا سوں دل و جان ہو گئے گویا غمِ فراق کی دکّان ہو رہے
ایسے پھنسے درش کی ہم آرزو کے پیچ گھر بار سب ویران و بیابان ہو رہے

طبع و مزاج سر پر سہتے ہیں دم بدم
گر صبر خاکِ تودۂ چوگان ہو رہے

خلقت کے بیچ ایسے ہوئے خوار اے میاں
مشہور دو جہاں میں شیطان ہو رہے

دیکھے بناں یہ نین نہیں رہتے سر رہے
دُشمن ہزار دست و گریبان ہو رہے

ہاشم سے مُدعا کا سنو سخن آخری
ساجن اب تم ہمارے ایمان ہو رہے(۴۱)

۱۶

از رو رقیب کب کے گنہگار ہم ہوئے
سنگیں دِلاں بتاں کے خریدار ہم ہوئے

اُمیدِ دو جہاں سے ہم ہاتھ دھو رہے
جب کہ وصل و ہجر کے خریدار ہم ہوئے

آوارا اور نامہ سیاہ مجھ کو مت کہو
بد راہ نہیں ہیں لائقِ خود کار ہم ہوئے

مجذوب کس طرح ہیں؟ سالک ہیں ہم میاں
یاروں کے یاراوروں سے بے زار ہم ہوئے

کیوں کر کہے نہ زاہد و مُشرک مجھے سجن
اپنے مذہب کے بیچ خبردار ہم ہوئے

جور و جفائے غیر سے کیا خوف ہے مجھے
اپنے جگر کے آپ ہی خوں خوار ہم ہوئے

فرہاد و مجنوں ہاشم و پروانۂ یتیم
ایسے ہی جاں کباب دو چار ہم ہوئے(۴۲)

۱۷

ننگ و ناموس سمجھ کر جو پھنسا خویشوں کے بیچ
زار ہے گھائل پڑا لاچار پرنیشوں کے بیچ

دیکھ درویشی سوا جگ میں کہیں فرحت نہیں
ہے تجھے گر ہوش مِل بیٹھ درویشوں کے بیچ

زُہد و عبادت میں یقیں تسخیرِ دُنیا ہے مگر
سِرِّ مخفی ہے عیاں بے شُبہ درویشوں کے بیچ

ہے وہی ہر جا وصُورت خاص اُس کی ہے سبھی
لیک کیا بہتر چھپا ہے دیکھ بدکیشوں کے بیچ

صاف لوگوں سے ملے ناصاف ہو جاتا ہے صاف
تیرا دل جاتا ہے ہو کامل بداندیشوں کے بیچ

شعر کے ہاشم نزاکت داں جو تھے سو وہ کہاں
اب بھی لیتے ہیں سمجھ اکثر شُتر میشوں کے بیچ(۴۳)

مراجع وحواشی

(۱) سسی پنوں مرتبہ سید ممتاز احمد ہاشمی، پاکستان پنجابی فکری سانجھ، لاہور ۲۰۰۶ء، ص ۱۷ اور ۲۰

(۲) محمد ہاشم شاہ کا فارسی کلام، ناصر رانا، ڈاکٹر، کاوش، شعبہ زبان و ادبیاتِ فارسی، دانش گاہِ جی سی، لاہور، شمارہ ۱۸، ۱۲۔۲۰۱۱ء، ص ۱۲۷ تا

۱۴۴

(۳) حضرت سید محمد ہاشم شاہؒ قادری نوشاہی، ممتاز احمد ہاشمی، ادب معلّٰی، اپریل تا جون ۲۰۱۵ء، ص ۵۱

(۴) سسی پنوں مرتبہ سید ممتاز احمد ہاشمی، شجرہ خاندان ہاشم شاہ مطبوعہ پس سرورق

(۵) یہ کلام مندرجہ ذیل کتب اور قلمی نسخوں میں منتشر ہے:

الف) فیضان قادریہ (منتخب کلام ہاشم)، ہاشم اکیڈمی، راج پوت روڈ، وسن پورہ لاہور ۱۹۷۱ء

ب) چہار بہار معروف بہ خزائن الاسرار، ملفوظات نوشہ گنج بخش قادری، مرتبہ حضرت شیخ محمد ہاشم شاہ، مکتبہ نوشاہیہ، ڈوگہ شریف، گجرات ۱۹۷۹ء

ج) چہار بہار مترجمہ شریف حسین شرافت نوشاہی، ہاشم شاہ میموریل ٹرسٹ، علامہ اقبال ٹاؤن، لاہور ۲۰۰۳ء

د) تذکرہ ہاشمیہ، مؤلفہ ابوالضیاء قادری ہاشمی و محمد منظور الحق، جی این سنز پبلشرز، لاہور ۱۹۵۵ء

ہ) دیوان ہاشم شاہ، مملوکہ محمد انوار الحق نظامی، 319-2-C-II، ٹاؤن شپ، لاہور (مخطوطہ)

(٦) دیوان ہاشم شاہ، مملوکہ محمد انوار الحق نظامی محولہ بالا

یہ قلمی نسخہ مولوی محمد اکبر ولد عالم شاہ ولد حیات شاہ ولد محمد شاہ ولد ہاشم شاہ کا نقل شدہ ہے۔ یوں ہاشم شاہ کا کلام اُن کی وفات کے اندازاً ایک صدی بعد نقل کیا گیا جو ہاشم شاہ کے دوسرے بیٹے محمد احمد شاہ کے پڑپوتے محمد انوار الحق نظامی کے پاس لاہور میں منقش عکسی نقل کی صورت میں اور حیات شاہ کے پڑپوتے ممتاز احمد ہاشمی کے پاس مولوی محمد اکبر شاہ کے قلم سے منقول صورت میں موجود ہیں۔

(۷) دیوان ہاشم شاہ (مخطوطہ)، مملوکہ محمد انوار الحق نظامی ص ۴۳ (۸) □ ایضاً ص ۴۷ (۹) □ ایضاً ص ۲۳۔۲۴

(۱۰) ایضاً ص ۲۴ (۱۱) □ ایضاً (۱۲) □ ایضاً ص ۲۸ (۱۳) □ ایضاً ص ۵۹ (۱۴) □ ایضاً ص ۲۷

(۱۵) ایضاً ص ۲۳ (۱٦) □ ایضاً ص ۲۹ (۱۷) □ ایضاً ص ٦۵ (۱۸) □ ایضاً (۱۹) □ یضاً ص ۲۵

(۲۰) ایضاً ص ٦۵ (۲۱) □ ایضاً ص ۲۳ (۲۲) □ ایضاً ص ٦٦ (۲۳) □ ایضاً ص ۵۹ (۲۴) □ ایضاً ص ۸۱

(۲۵) ایضاً ص ۵۹ (۲٦) □ ایضاً ص ٦۴ (۲۷) □ ایضاً ص ٦۔۷ (۲۸) □ ایضاً ص ۲۳۔۲۴

(۲۹) ایضاً ص ۲۴۔۲۵ (۳۰) □ ایضاً ص ۲۵ (۳۱) □ ایضاً ص ۲٦۔۲۷ (۳۲) □ ایضاً ص ۲۸

(۳۳) ایضاً ص ۲۹۔۳۰ (۳۴) □ ایضاً ص ٦۵ (۳۵) □ ایضاً ص ٦۸۔٦۹ (۳٦) □ ایضاً ص ۷۳۔۷۴

(۳۷) ایضاً ص ۴۷ (۳۸) □ ایضاً ص ۸۱ (۳۹) □ ایضاً ص ۵۸۔۵۹ (۴۰) □ ایضاً ص ۲۳

(۴۱) ایضاً ص ٦۵۔٦٦ (۴۲) □ ایضاً ص ٦۴ (۴۳) □ ایضاً ص ۵۹۔٦۰